رسائل و مسائل

جذبہ تبلیغ کی کمی

سوال: ۸۰ فی صد ان پڑھ لوگوں کو دعوت اسلامی سے کیسے روشناس کرایا جائے؟

جواب: اسلام کی دعوت جب عرب میں پیش کی گئی تھی اس وقت اس کی مخاطب آبادی تقریباً سو فی صدی ان پڑھ تھی۔ قریش جیسے ترقی یافتہ قبیلے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس میں صرف سترہ افراد پڑھے لکھے تھے۔ مدینہ میں اس سے بھی کم لوگ تعلیم یافتہ تھے اور باقی عرب کی حالت کا اندازہ آپ ان دو بڑے شہروں کی حالت سے کر سکتے ہیں۔ قرآن مجید اس ملک میں لکھ کر نہیں پھیلایا گیا تھا بلکہ وہ لوگوں کو زبانی سنایا جاتا تھا۔ صحابہ کرامؓ اس کو سن کر ہی یاد کرتے تھے اور پھر زبانی ہی اسے دوسروں کو سناتے تھے۔ اسی ذریعے سے پورا عرب اسلام سے روشناس ہوا۔ پس درحقیقت لوگوں کا ان پڑھ ہونا کوئی ایسی دشواری نہیں ہے جس کی وجہ سے اسلام کی تبلیغ نہ ہو سکتی ہو۔

آغاز اسلام میں اس دین کی تبلیغ ان پڑھ لوگوں ہی میں کی گئی تھی اور یہ محض تبلیغ و تلقین ہی تھی جس سے ان کو اس قدر بدل دیا گیا' ایسا زبردست انقلاب ان کے اندر برپا کر دیا گیا کہ وہ دنیا کے مصلح بن کر کھڑے ہو گئے۔ اب آپ کیوں یہ سمجھنے لگے ہیں کہ ۸۰ فی صد ان پڑھ آبادی میں اسلام کی دعوت نہیں پھیلائی جا سکتی؟ آپ کے اندر ۲۰ فی صد تو پڑھے لکھے لوگ موجود ہیں۔ وہ پڑھ کر اسلام کو سمجھیں' اور پھر باقی ۸۰ فی صد لوگوں کو زبانی تبلیغ و تلقین سے دین سمجھائیں۔ پہلے کی بہ نسبت اب یہ کام زیادہ آسان ہو گیا ہے۔ البتہ فرق جو کچھ ہے وہ صرف یہ ہے کہ اس وقت جو شخص بھی اسلام کی تعلیمات کو سن کر ایمان لاتا تھا وہ ایمان لا کر بیٹھ نہیں جاتا تھا بلکہ آگے دوسرے بندگان خدا تک ان تعلیمات کو پہنچانا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ اس کی تمام حیثیتوں پر مبلغ ہونے کی حیثیت غالب آ جاتی تھی۔ وہ ہمہ تن ایک تبلیغ بن جاتا تھا۔ جہاں جس حالت میں بھی اسے دوسرے لوگوں سے سابقہ پیش آتا تھا' وہ ان کے سامنے اللہ اور اس کے رسولؐ کی ہدایات بیان کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا۔ وہ ہر وقت اس تلاش میں لگا رہتا تھا کہ کس طرح اللہ کے بندوں کو جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر علم کی روشنی میں لائے۔ جتنا قرآن بھی اسے یاد ہوتا وہ

اسے لوگوں کو سناتا، اور اسلام کی تعلیمات جتنی کچھ بھی اسے معلوم ہوتیں ان سے وہ لوگوں کو آگاہ کرتا تھا۔ وہ انھیں بتاتا تھا کہ صحیح عقائد کیا ہیں جو اسلام سکھاتا ہے اور باطل عقیدے اور خیالات کون سے ہیں جن کی اسلام تردید کرتا ہے۔ اچھے اعمال اور اخلاق کیا ہیں جن کی اسلام دعوت دیتا ہے، اور برائیاں کیا ہیں جن کو وہ مٹانا چاہتا ہے۔ یہ سب باتیں جس طرح پہلے سنائی اور سمجھائی جاتی تھیں اسی طرح آج بھی سنائی اور سمجھائی جاسکتی ہیں۔ ان کے لیے نہ سنانے والے کا پڑھا لکھا ہونا ضروری ہے نہ سننے والے کا۔ یہ ہر وقت بیان کی جا سکتی ہیں اور ہر شخص کی سمجھ میں آسکتی ہیں۔

اسلام نے کوئی ایسی نرالی چیز پیش ہی نہیں کی ہے جس سے انسانی طبائع مانوس نہ ہوں اور جن کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے بڑے فلسفے بگھارنے کی ضرورت ہو۔ یہ تو دین فطرت ہے۔ انسان اس سے بالطبع مانوس ہے۔ اسے پڑھے لکھے لوگوں کی بہ نسبت ان پڑھ لوگ زیادہ آسانی سے قبول کر سکتے ہیں، کیونکہ وہ فطرت سے قریب تر ہوتے ہیں، اور ان کے دماغ میں وہ پیچ نہیں ہوتے جو جاہلیت کی تعلیم نے ہمارے پڑھے لکھے لوگوں کے دماغوں میں ڈال دیے ہیں۔

لہٰذا آپ ان پڑھ آبادی کی کثرت سے ہرگز نہ گھبرائیں۔ ان کی ناخواندگی اصل رکاوٹ نہیں ہے، بلکہ آپ کے اندر جذبہ تبلیغ کی کمی اصل رکاوٹ ہے۔ ابتدائے اسلام کے مسلمانوں کی طرح ہمہ تن مبلغ بن جایئے اور تبلیغ کی وہ لگن اپنے اندر پیدا کر لیجیے جو ان کے اندر تھی۔ اس کے بعد آپ دیکھیں گے کہ اسلام کی دعوت پھیلانے کے بے شمار مواقع آپ کے منتظر ہیں جن سے آپ نے آج تک اس لیے فائدہ نہیں اٹھایا کہ آپ اپنے ملک کی آبادی میں سو فی صد خواندگی پھیل جانے کے منتظر رہے۔ (سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، ترجمان القرآن، جلد ۸۳، عدد ۳، مئی ۱۹۷۵، ص ۱۳۶-۱۳۷)

تنظیموں کی طرف دعوت دینا

س: موجودہ دور میں جو تنظیمیں ہیں مثلاً جمعیت علمائے اسلام، جماعت اسلامی، سپاہ صحابہ، اہل حدیث، اشاعت التوحید، ان کے ساتھی اپنی تنظیم کی طرف دعوت دیتے ہیں، توحید و سنت کی طرف دعوت نہیں دیتے۔ حالانکہ اللہ کا حکم یہ ہے کہ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا میں یہ نہیں کہا گیا کہ تم ایک تنظیم پر متحد ہو جاؤ بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ تم قرآن پر متحد ہو جاؤ اور لوگوں کو توحید و سنت کی طرف بلاؤ۔ آج کل کی تنظیمیں امت میں انتشار و افتراق کا باعث بن رہی ہیں۔ فرقہ واریت اور گروہ بندی اور پارٹی بازی ہی کی وجہ سے مسلمانوں کا شیرازہ بکھرا ہوا

ہے۔ اس بارے میں میری راہنمائی فرمائیں کہ کیا توحید و سنت کی دعوت کے بجائے تنظیموں اور پارٹیوں کی طرف دعوت دینا جائز ہے؟ میرا ذہن اس مسئلے میں الجھا ہوا ہے۔ براہ مہربانی میری اس الجھن کو دور کرنے کی کوشش فرمائیں۔

ج: دین اسلام واحد ہے اور امت مسلمہ امت واحدہ ہے اور اتحاد امت کی بنیاد قرآن و سنت ہے۔ اس لیے جن لوگوں کے عقائد اہل سنت والجماعت یعنی ما انا علیہ واصحابی کے خلاف ہوں ان سے الگ رہنا چاہیے۔ باقی رہے اہل سنت والجماعت کے ائمہ اجتہاد کے اجتہادی اور فروعی اختلافات تو ان کو تحزب و تفرق اور باہمی تضلیل و تفسیق کا ذریعہ بنانا یہودیوں کی عادت تھی۔ امت مسلمہ کی وحدت کو اسی قسم کی فرقہ واریت نے نقصان پہنچایا ہے اور فرقہ واریت کی بنیاد پر تنظیمیں بنانا سرے سے جائز ہی نہیں ہے۔ دینی سیاسی جماعتوں کے موضوع پر تفہیم المسائل حصہ اول میں میرا تفصیلی مقالہ چھپا ہوا موجود ہے۔ آپ اگر اس کا توجہ کے ساتھ مطالعہ کرلیں تو امید ہے کہ آپ کی الجھن دور ہو جائے گی۔ یہاں پر مختصر جواب ہی کافی ہے جو یہ ہے کہ جو تنظیمیں قرآن و سنت کے مطابق کام کرتی ہوں اور ان کا مقصد صرف اقتدار کا حصول نہ ہو بلکہ دعوت دین، تبلیغ دین، اعلائے دین اور توحید و سنت پر مبنی نظام قائم کرنا ان کا اصل ہدف ہو اور ان کے دستور، منشور اور طریق کار میں کوئی چیز قرآن و سنت کے خلاف نہ ہو تو ان میں سے جس کی قیادت و امارت پر اعتماد ہو، اس کے ساتھ مل کر دین کا کام کرنا چاہیے۔ مقصد تنظیم نہیں ہے بلکہ دین ہے لیکن دین کے کام کے لیے تنظیم ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ انفرادی کوششوں کے مقابلے میں اجتماعی کوششوں میں برکت اور قوت زیادہ ہوتی ہے اور غیر منظم جدوجہد کے مقابلے میں منظم جدوجہد زیادہ بارآور ثابت ہوتی ہے۔ لیکن دوسری دینی تنظیموں کے ساتھ تعصب نہیں کرنا چاہیے بلکہ ساری دینی تنظیمیں امت واحدہ کے اعضا کے طور پر باہمی تعاون و تناصر کے طور پر کام کرتی رہیں۔ یہی صحیح طریقہ ہے اور یہی اسلام کی تعلیم ہے۔ البتہ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ دینی تنظیموں کے امرا کی حیثیت امیرالمومنین کی نہیں ہوتی تاکہ ان کی اطاعت سے الگ ہونے والے کو باغی یا خارجی کہا جائے۔ اگر کوئی شخص ایک تنظیم سے الگ ہو کر کسی دوسری تنظیم کے ساتھ مل کر دین کا کام کرتا ہے جس کی قیادت پر اسے زیادہ اعتماد ہو تو وہ نہ باغی ہے اور نہ گناہ گار ہے بشرطیکہ وہ دوسری تنظیم بھی دین کا کام دین ہی کے طریقے پر کر رہی ہو۔

آپ کی یہ بات بالکل درست ہے کہ دعوت، توحید و سنت اور اسلامی شریعت کی طرف دینی چاہیے لیکن دعوت دین کا کام اگر منظم طریقے پر کیا جائے تو یہ زیادہ موثر اور مفید ثابت ہوتا ہے۔ تنظیم اور جماعت اصل مقصد نہیں ہوتی، "دعوت الی حبل اللہ" کا ذریعہ ہوتی ہے۔ ذریعے کو اصل مقصد بنانا جائز نہیں ہے مگر

ذریعے کو نظرانداز کرنا بھی مناسب نہیں ہے۔ (مولانا گوہر رحمٰن)

جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت

س: میں چند مہینے پہلے جماعت اسلامی میں شامل ہوا ہوں لیکن میرے گاؤں میں جماعت اسلامی کے ایک رفیق تبلیغی جماعت کی مخالفت کرتے ہیں۔ کیا ان کا یہ طرز عمل جماعت اسلامی کے کام کو نقصان نہیں پہنچائے گا؟

ج: یقیناً نقصان پہنچائے گا اور اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ جماعت اسلامی بھی دینی جماعت ہے اور تبلیغی جماعت والے بھی دین ہی کا کام کرتے ہیں۔ اس لیے ان کے درمیان بلکہ تمام دینی جماعتوں کے درمیان باہمی تعاون ہونا چاہیے اور ایک دوسرے کے ساتھ الفت و محبت اور خیر خواہی کے تعلقات قائم کرنے چاہییں۔ تبلیغی جماعت کے طریقہ کار میں ایک کمی تو ہے اور وہ یہ کہ دین کے تبلیغ و تفہیم کے دوران اسلام کے اجتماعی اور حکومتی نظام کی تبلیغ نہیں کی جاتی اور حکمرانوں کی خرابیوں کے خلاف آواز بھی نہیں اٹھائی جاتی۔ لیکن اس کمی کے باوجود یہ لوگ دین ہی کا کام کرتے ہیں اور ان کی صحبت میں وقت گزارنے والوں کی اصلاح ہوتی ہے۔ خود میں بھی اپنی اصلاح کے لیے ان کی مجالس میں کبھی کبھی شرکت کرتا ہوں۔ البتہ مولانا مودودیؒ کی تحریکی فکر کے مطابق کام کرنے والی جماعت، جماعت اسلامی کا طریقہ کار اور لائحہ عمل میرے نزدیک جامع لائحہ عمل ہے جس میں دعوت دین کے ساتھ اعلاے دین کے لیے اصلاح حکومت کا کام بھی کیا جاتا ہے۔ مگر تبلیغی جماعت کی مخالفت کرنا اور ان کے خلاف پروپیگنڈا کرنا جماعت اسلامی اور اس کے راہنماؤں کی پالیسی نہیں ہے بلکہ ان کے ساتھ خوشگوار مراسم قائم کرنا اور ان کے کام میں تعاون کرنا ہمارا طریق کار ہے۔ آپ کے گاؤں کے کسی رفیق نے اگر کوئی دوسرا طرز عمل اختیار کیا ہے تو یہ اس کی غلطی ہے۔ (گ۔ر)

جذبہ محبت میں بے اعتدالی

س: میرا ایک دوست، ایک مسئلے کا شکار ہے۔ اس کی زبانی مسئلہ یہ ہے: مجھے ایک ہم عمر سے محبت ہے۔ اس محبت نے جنونی شکل اختیار کرلی ہے۔ خواہش ہوتی ہے کہ یہ ۲۴ گھنٹے میرے ساتھ ہو، کسی دوسرے کو اس کے ساتھ دیکھنا گوارا نہیں۔ جب نماز پڑھتا ہوں یا کوئی اور کام کرتا ہوں، تو دل و دماغ میں یہ تصور ہوتا ہے کہ اس سے کب ملاقات ہوگی؟

ج: آپ کا دوست جس مسئلے کا شکار ہے، اس کی نوعیت آشکار ہے۔ صرف مسئلہ پوچھ لینے سے یہ مرض دور نہیں ہوتا۔ اس کا علاج بھی بہت آسان نہیں، لیکن اللہ کی مدد سے ہو سکتا ہے۔

۱- جس شخص سے بھی ایسی محبت ہو جائے، اس سے آدمی دور رہے۔ قصداً اس سے ربط نہ رکھے، ملاقات نہ کرے، پاس نہ بیٹھے اور دیکھنے سے بھی اجتناب کرے۔ یہ مشکل ہو گا، لیکن اگر یہ یقین ہو کہ یہ شیطان کا فتنہ ہے، تو ایسا کرنا ممکن ہو گا۔

۲- جب طبیعت میں جوش آئے، اس آدمی کا خیال آئے، تو اس کو نکالنے کی کوشش نہ کرے، بلکہ یہ سوچے کہ جب یہ آدمی مرجائے، اور قبر میں پہنچ جائے گا تو گل سڑ کر، کیڑوں کی غذا بن کر، کس شکل میں ہو گا؟ یہ بھی سوچے کہ اس کی مردہ لاش اگر تین دن پڑی رہے تو اس میں کتنی بدبو اور تعفن ہو گا۔ پھر کیا میں اس کے پاس بھی پھٹکنا پسند کروں گا؟

۳- جب اس آدمی کا خیال آئے، یا اس سے قرب کی خواہش پیدا ہو تو اللہ کو اور اس کے رسولؐ کو یاد کرے۔ اللہ کا ذکر کرے کہ وہ میرے ساتھ ہے اور مجھے دیکھ رہا ہے۔ حضورؐ پر درود پڑھے اور صالح صحبت اختیار کرے۔

۴- جب آدمی قصداً کچھ نہیں کرے گا، اور ہر ممکن کوشش اس فتنے سے دور رہنے کی کرے گا، تو اس کے بعد جو کچھ خیال اور خواہش رہ جائے گی، امید ہے کہ استغفار کرتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا۔ **(خرم مراد، ستمبر ۹۴)**

نئی دہلی بھارت سے شائع ہونے والا منفرد رسالہ

اردو بک ریویو

اہم کتب پر تفصیلی تبصرے، کتابوں کا تعارف، ادیبوں اور ادبی سرگرمیوں سے آگہی، علمی و تحقیقی اداروں کا تعارف اور تحقیقی کام، شائع شدہ اہم مقالات، نئی کتب کا تعارف۔۔۔۔۔۔اور بہت کچھ!

رابطے کے لیے: **Janab Hafiz Rahmat Elahi**
27-A, Maugodam Road, Loha Market,
Badami Bagh, Lahore - 54000